www.FaizAhmedOwaisi.com

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

ماں باپ مؤمن تھے

تصنیف لطیف

مفسر اعظم پاکستان، شیخ الحدیث والقرآن پیر طریقت، رہبر شریعت

مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ العالی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ ﷺ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ماں باپ مومن تھے

از

فیضِ ملت، آفتابِ اہلسنت، امام المناظرین، مُفسرِ اعظم پاکستان

حضرت علامہ الحافظ مفتی ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی نوراللہ مرقدہٗ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

﴿تعارفِ مصنف﴾

چونکہ تصنیف کا گہرا اثر مصنف کے تعارف سے ہوتا ہے اسی لئے ابتداء مصنف کا تعارف از قلم حضرت مولانا محمد معراج الدین شریفی مدظلہ (انڈیا) کے قلم سے پڑھئے۔

یہ تعارف ہم نے سہ ماہی ''افکارِ رضا'' رسالہ سے لیا ہے۔ (سہ ماہی افکارِ رضا ممبئی، جولائی تا دسمبر ۲۰۰۲ء)

☆......☆......☆

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

﴿تعارفِ مصنف﴾

مفسرِ قرآن علامہ محمد فیض احمد اُویسی رضوی مدظلہ العالی اور اُن کا ترجمہ روح البیان

از محمد سراج الدین شریفی۔۹۸، مغل پورہ سہسرام، بہار

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے شہزادۂ اکبر مولانا حامد رضا خان قادری کے خلیفہ وشاگرد اور خلیفۂ اعلیٰ حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے شاگردِ رشید وجمیل روزان کے علمی وروحانی جانشین اور مذکورہ علمائے عظام کے واسطوں سے حضرت فاضل بریلوی سے فیض یافتہ اور اُن کے افکار ونظریات کے مبلغ ومشتہر، رئیس التحریر وملک المصنفین علامہ ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی کی شخصیت اب دنیائے سنیت میں بہت عزت و احترام سے دیکھی جاتی ہے کیونکہ اُنہوں نے تاحال اسلام وسنیت کی جو عظیم قلمی خدمات سرانجام دی ہیں وہ مثالی اور قابل تقلید نمونۂ عمل ہے۔اُن کی خدمات ممتاز ہی نہیں بلکہ بے نظیر بھی ہیں۔افسوس کہ اتنی قدآور شخصیت اور روشن ستارے کی روشنی سے اوران کے شہہ پاروں سے ہندوستان کے سنی محروم رہے ہیں اوران کے تحریری نوادرات سے خاطر خواہ فائدہ حاصل نہیں کر سکے۔جبکہ علماء وفضلاء حضرات اُن کی نسبت تحریر فرماتے ہیں کہ اُنہوں نے اب تک ہزاروں کُتب ورسائل تحریر فرمائے ہیں جن میں سے ایک ہزار سے زائد زیورِ طبع سے آراستہ بھی ہو چکے ہیں۔اس وقت وہ دنیائے اسلام وسنیت کی قرطاس وقلم کے شہنشاہ زمانہ ہیں۔عالمی سطح پر ان کی جو انفرادی وممتاز پہچان بنی اس کے پیچھے ان کی دو

قلمی نوادرات ہیں۔اولاً فیوض الرحمن اردو ترجمه تفسیر روح البیان ہے جو پندرہ (۱۵) مجلدات پر مشتمل اور ہر جلد تقریباً ایک ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ واضح رہے کہ فاضل مترجم نے تفسیر مذکورہ کے ترجمہ کے ساتھ ہی قرآن عظیم کا اُردو ترجمہ بھی پیش کردیا ہے اوراس طرح تراجم قرآن کی دنیا میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا ہے۔

دوم حدائق بخشش کی اُردو شرح ہے جو پچیس (۲۵) مجلدات پر پھیلی ہوئی ہے اور ہر جلد پانچ سو صفحات سے زائد کی ہے۔خوش قسمتی سے آج یہ دونوں قیمتی شاہکار نقوشِ کتابت کے مراحل سے گزر کر مقبولِ عام وخاص ہو چکے ہیں۔

ہمارے ممدوح علامہ اُویسی صاحب مدظلہ العالی کی نسبت ان کی قلمی وارفتگی اور انہماک اور تحریر کی برق رفتاری کے متعلق مولانا محمد شفیع اوکاڑوی اکادی العالمی کراچی کے سولھویں یادگاری مجلّہ میں پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ العالی کے حوالے سے جو ایک مختصر نوٹ شامل کیا گیا ہے اُس کا مفہوم یہ ہے کہ اُویسی صاحب نے اس زمانہ میں سب سے زیادہ کتب ورسائل تحریر فرمائے ہیں اور ان کی خصوصیت وانفرادیت اس معنیٰ میں بھی ہے کہ وہ لکھتے لکھتے تھکتے نہیں بلکہ مزید فرحت وانبساط محسوس کرتے ہیں۔

بلا شبہ اردو دان طبقہ کے لئے مذکورہ ترجمہ تفسیر "روح البیان" ایک عظیم ہی نہیں بلکہ اسلامی علم ومعلومات کا گنجینہ خزینہ ہے۔جناب مترجم نے اپنے ابتدائیہ میں جہاں ایک طرف علم تفسیر کی عظمت واہمیت پر بہت جامع روشنی ڈالی ہے تو دوسری طرف باطل نظریات پر ہی تفسیر جیسے تفسیر ابن کثیر کی نقاب کشائی اور بطلان بھی کیا ہے۔یہاں مجھے عربی کی مشہور ومقبول ترین تفسیر ''روح البیان '' کا اُردو ترجمہ بنام ''فیوض الرحمن'' پر بات کرنی ہے۔یہ ترجمہ سب سے پہلے پاکستان میں جزوی طور پر مکتبہ اُویسیہ رضویہ کے تحت ۱۹۸۵ء میں شائع ہوا مگر ہندوستان میں اسے سب سے پہلے مکمل طور پر رضوی کتاب گھر دہلی اور کتب خانہ برکاتیہ بہلی نے مشترک بنیاد پر شائع کیا ہے سال اشاعت ۱۹۹۹ء ہے۔ان دونوں ناشرین نے اسے شائع کرکے اور اسے پورے ملک میں پھیلا کر ایک اہم دینی ضرورت کو پورا کیا ہے اس کے لئے دونوں ادارے عوام اہلسنّت کی طرف سے مبارک باد کے مستحق ہیں۔مذکورہ ترجمہ سے علماء وعوام طلباء ومدرسین سبھی اپنے اپنے ظرف کے مطابق استفادہ کرسکیں گے۔اس کی زبان آسان اور عام فہم ہے اس لئے عوامی افادیت کے اعتبار سے حضرت مترجم کا ایک بہت مفید وموزوں کارنامہ ہے۔مترجم موصوف نے ترجمہ سے پہلے ابتدائیہ کے تحت سبب تالیف ترجمہ پر اپنا اظہارِ خیال اس طرح فرمایا ہے۔

ناکارہ وآوارہ ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہ عرض پرواز ہے کہ فقیر اُویسی نے زمانہ طالب علمی میں اپنے اکابر

اہلسنّت سے تفسیر روح البیان کا بہت غلغلہ سنا تھا۔مخالفین اہلسنّت نے اسے ضعیف وغیر معتبر گردانا۔تحصیل علوم وتکمیل فنون کے بعد ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۱ء میں اپنے گاؤں حامد آباد ضلع رحیم یار خان میں تعلیم وتدریس میں مشغول ہوگیا۔انہی دنوں تفسیر ابن کثیر کا اردو ترجمہ شائع ہوا۔عوام میں یہ تاثر پیدا کردیا گیا کہ یہ زمانہ قدیم کی معتبر تفسیر ہے حالانکہ ابن کثیر، ابن تیمیہ کا شاگرد اور اُن کے مذہب ومسلک کی خاطر سردھڑ کی بازی لگانے والا اور خارجی مسلک ومذہب کا پیروکار تھا۔اس نے تفسیر ابن کثیر میں اہلسنّت کے خلاف بہت کچھ لکھا۔یہ تفسیر (اہلِ سنت وجماعت) کے عقائد کے بھی خلاف ہے اور مسلک حنفیت کے بھی۔

آگے چل کر حضرت مترجم حضرت فاضل بریلوی کی نسبت اپنی عقیدت ومحبت کا نذرانہ نچھاور کرتے ہوئے اپنی نیازمندی کا ثبوت اس طرح دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

''فقیر نے ترجمہ میں کسی قسم کی ترمیم یا اضافہ نہیں کیا محض اس نیت سے کہ عوام تفسیر کے مطالعہ کے بعد خود اس نتیجہ پر پہنچیں اور سمجھیں کہ گیارہویں صدی ہجری میں عقائد ومسائل یہی تھے جن کی امام اہلسنّت مجدد دین وملت حضرت سیدنا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ نے چودہویں صدی ہجری میں ترجمانی کی ہے''۔

اس سے پہلے حضرت اُویسی صاحب تحریر فرماتے ہیں: ''فقیر کا عرصہ سے ایک جامع تفسیر تحریر کرنے کا شوق دامن گیر تھا۔''روح البیـــان '' کا مطالعہ نصیب ہوا تو اس نے میرے شوق سابق کے خوابیدہ تصورات کو بیدار کیا۔وہی کچھ ملا جو میں تفاسیر شتّٰی (مختلف تفاسیر) سے چاہتا تھا کہ لغت بھی رہے،حدیث بھی اور تفسیر بھی۔اہل ظواہر بھی فائدہ اُٹھائیں،اہل تصوف بھی مستفید ہوں،محققین بھی اس سے استفادہ فرمائیں اور مبتدی حضرات بھی۔جس طرح مدرسین کی نظروں میں منظور ہو اسی طرح واعظین کے مطمحِ نظر بھی ہو۔فقیر میں قليل البضاعة و عديم الفرصت کی اتنی جرأت کہاں کہ تفسیر جیسے اہم اور مشکل فن کو اپنائے لیکن فضل ایزدی پر اُمید رکھ کر روح البیـــان کے ترجمہ کا آغاز یکم جنوری ۱۹۵۸ء میں کیا اور اختتام ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء میں ہوا۔یعنی ۳۱ سال کی ایک لمبی مدت صرف ہوئی اسی دوران ہزاروں کتب ورسائل بھی تصنیف ہوئے۔''

یہ تفسیر بحمدہٖ تعالیٰ اُصول وضوابط اور قوانین تفسیر کے عین مطابق ہے اور مخالفین حضرات اسے محض اس لئے غیر گردانتے ہیں کہ صاحب روح البیان نے امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اور صوفیہ کرام میں سیدنا ابن العربی اور حضرت مولانا روم قدس سرہ کا مسلک پیش کیا ہے۔بعینہٖ یہی ہمارا مدعا ہے اور مخالفین کے لئے موت اور سم قاتل ہے۔تفسیر ابن

کثیر نہ صرف غیر مفید ہے بلکہ اس کا مطالعہ عقائد و مسائل احناف کے لئے مضر بھی ہے اور "تفسیر تفہیم القرآن" تو ماڈرن دین کا نمونہ ہے اس کے مصنف نے اسلام کا رُخ مدینہ منورہ کے بجائے امریکہ اور انگلینڈ کی طرف موڑنا چاہا تھا جبکہ روح البیان کا مطالعہ عقائد اہلسنّت و مسائل احناف کو جلا بخشے گا اور حضرت مولانا روم و عارف باللہ سیدنا ابن العربی قدس سرہ کے عارفانہ کلام سے ارواح کو تازگی بخشے گا۔

واضح رہے کہ روح البیان میں بکثرت جگہ جگہ عارفانہ کلام اور صوفیانہ عربی و فارسی کے اشعار مع ترجمہ مستعمل ہیں جو مولانا روم ابن العربی، جامی، سعدی اور حافظ شیرازی وغیرہ کے کلام سے لئے گئے ہیں۔ ان اشعار کی مدد سے فہم قرآن میں بہت مدد ملتی ہے۔ اس تفسیر کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں آیاتِ الٰہیہ کی عالمانہ تفسیر کے علاوہ صوفیانہ تفسیر بھی ساتھ ساتھ پیش کی گئی ہے۔

مترجم ممدوح کے مطابق کتاب "اتقاق" میں علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید کی تفسیر کے لئے پندرہ علوم و فنون میں مہارتِ تامہ کی شرط لگائی ہے اور لکھا ہے کہ جو شخص ان پندرہ علوم و فنون میں سے کسی ایک میں بھی ناقص ہو تو اُسے قرآن مجید کی تفسیر کرنے کا حق نہیں۔ بعض دیگر مفسرین نے پچیس علوم و فنون کی شرط لگائی ہے۔ مذکورہ پندرہ علوم و فنون کی تفصیلات اس طرح ہیں " لغت عربیه، علم النحو، علم الصرف، علم الاشتقاق، علم المعانی، علم البیان، علم البداع، علم القرأت، قواعد شریعه، اُصول فقه، علم اسباب النزول، علم ناسخ و منسوخ، فقه، علم الحدیث اور علم الموهبه۔"

افسوس کہ آج کل بعض حضرات معمولی عربی گرائمر جاننے اور اُردو کی دو چار کتابیں پڑھنے کے بعد قرآن مجید کی تفسیر کرنے لگ جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہمارے دور میں تفسیر قرآن کی کوئی قدر ہی نہیں رہی بلکہ معاملہ اُلٹا ہو گیا ہے کہ تحقیقی تفاسیر کو ضعیف اور غیر تحقیقی کو قوی سمجھا جا رہا ہے مثلاً تفسیر ابن کثیر کا اردو ترجمہ عوام کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے اور تفہیم القرآن کے مقابلے میں تمام سابقہ تفاسیر کو ہیچ ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ایسے ہی سابقہ تفاسیر میں "تفسیر کبیر" بلند پایہ سہی مگر شرائط مذکورہ سے یکسر خالی ہے اسی لئے علمائے کرام نے فرمایا کہ تفسیر کبیر میں تفسیر کے سوا سب کچھ ہے یعنی امام رازی علیہ الرحمۃ نے اپنی اس مشہور تفسیر میں بہترین مضامین لکھے مگر تفسیری مضامین یکسر خالی۔ ایسے ہی "تفسیر ابن جریر" کو علمائے کرام نے اُم التفاسیر کا لقب دیا مگر وہ بھی شرائط مذکورہ پر پوری نہیں اُترتی۔ اسی طرح آپ مختلف تفاسیر پڑھتے جائیں گے مگر تفسیری شرائط ان میں بہت کم ملیں گی مگر عوام اہلسنّت کو یقین

رکھنا چاہیے کہ "تفسیر روح البیان"نہایت معتبر اور مستند کتاب ہے اور اُصول تفسیر کے عین مطابق ہے۔

قارئین کرام نے اب تک"روح البیـان " اور تعارف اور اس کی عظمت و اہمیت نیز اس کی انفرادیت پر حضرت مترجم کا تبصرہ دیکھا اور پڑھا۔اب خود حضرت مفسر یعنی صاحب روح البیان شیخ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قلم سے اس کی خصوصیات ملاحظہ فرمائیں۔

''اس تفسیر میں بکثرت وجوہ تفسیر بیان کرنے کے بجائے اختصار کو ملاحظہ رکھ کر آیات کے اصل منشاء کو واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی البتہ مفسرین متقدمین کی معتمد و مستند تفاسیر کا خلاصہ ضرور بیان کیا جائیگا۔اس سے میری تفسیر کو مقبولیت حاصل ہوگی ہر آیت کے ساتھ مناسب پند و نصائح ضرور بیان کروں گا تا کہ ان سے قلوب کو جلا اور ارواح کو سرور حاصل ہو۔موقع کے مطابق عربی فارسی کے اشعار بھی لکھوں گا تا کہ اہل دل ان سے روحانی تسکین پائیں جن تفاسیر معتبرہ اور کتب فقہ واحادیث مبارکہ کا حوالہ دوں گا حتی المقدور ان کی اصل عبارت لکھنے کی کوشش کروں گا البتہ کہیں کہیں حسب ضرورت صرف عبارات میں ترمیم و اضافہ کرونگا لیکن مطالب و مقاصد میں حبہ بھر بھی فرق نہیں آنے دوں گا۔ بہت کم ایسے مواقع آئیں گے جہاں میں اپنا نظریہ ''یقول الفقیر'' پیش کروں گا لیکن وہ بھی بحمدہٖ تعالیٰ کسی شیخ کامل اور معتبر ولی اللہ کی تقریر کا خلاصہ ہوگا۔

واضح رہے کہ تفسیر روح البیـان کی شرح لکھنے کی مدت تیئس سال ہے اور یہی مدت مدت الوحی بھی ہے۔حضرت مفسر علیہ الرحمہ نے اختتامیہ کے تحت تحریر فرمایا ہے کہ تفسیر کے سلسلے میں مجھے دور دراز علاقوں کے اسفار بھی کرنے پڑے اور بہت مشقتیں بھی اُٹھانی پڑیں مگر ساتھ ہی ساتھ تکمیل تفسیر پر اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کے تئیں اپنی بندگی و غلامی کا والہانہ اظہار اور شکر و احسان مندی کا نذرانہ بھی نچھاور کیا ہے ٹھیک اس طرح حضرت مترجم موصوف نے بھی اپنی دیرینہ خواہش کی تکمیل پر اپنے پروانہ وار جذبات و احساسات کا اظہار کیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اپنے تمام معاونین کا بھی نام بہ نام شکریہ ادا کیا ہے۔

☆......☆......☆

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ اَجۡمَعِیۡنَ

اہلسنّت کا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین مومن وموحد تھے۔ فقیر نے اس موضوع پر ایک مبسوط کتاب لکھی ہے بنام ”ابوین مصطفی“ جس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ یہ رسالہ روح البیان کے ترجمہ کے دوران ”فیوض الرحمن“ کے حاشیہ پر موجود ہے اس میں چند اضافے اور ترامیم کرکے اسے علیحدہ شائع کیا جارہا ہے۔

اجمالی دلیل: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کا نام حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا یعنی اللہ کا بندہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا نام حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا یعنی اللہ کی امانت رکھنے والی، دنیا کو امن دینے والی، ایمان والی۔ ان دونوں کے نام سے ہی ظاہر ہے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر مسلمان تھے مشرکوں اور کافروں کے نام ایسے نہیں ہوتے۔

نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام سے پشت در پشت انبیاء و مرسلین علیہم السلام میں منتقل ہوتا ہوا حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن مبارک میں بشری تقاضوں کے تحت نو ماہ تک قیام پذیر رہا اور ان نو ماہ میں حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عالم خواب میں نبیوں کو یہ بشارت دیتے ہوئے سنا کہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تمہیں مبارک ہو تیری گود میں نبیوں میں امام آرہا ہے، اولین وآخرین کا تاجدار آرہا ہے، محبوب خدا آرہا ہے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو ایک ایسا نور ظاہر ہوا جس کی روشنی سے حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (مکہ میں بیٹھے ہوئے) شام کے محلات کو دیکھ لیا۔ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مدینہ میں انتقال ہو چکا تھا اور وہاں دفن ہوئے۔ جب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چھ سال کی ہوئی تو حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک دکھانے کے لئے مدینہ پاک لے کر آئیں واپسی پر مقام ابواء پر وفات پائی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيۡهِ رَاجِعُوۡنَ

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کھودی اور اپنے ننھے ننھے مبارک ہاتھوں سے دفن کیا۔

فقیر نے بارہا ابواء شریف حاضر ہو کر مزارِ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زیارت کی لیکن افسوس نجدی ظالموں نے مزار کو نہ صرف اُکھیڑ پھینکا بلکہ مزار کی بے حرمتی کی اس پر فقیر نے ایک تصنیف ”مزارِ آمنہ“ کے نام سے شائع کی تا کہ اہلِ

اسلام کو حقیقت حال سے آگاہی ہو۔

تفصیلی دلیل: فقیر نے متعدد آیات واحادیث سے کتاب ابوین مصطفی ﷺ میں حضور ﷺ کے ماں باپ کا ایمان ثابت کیا۔ یہاں بھی چند آیات عرض کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(۱) اَلَّذِیۡ یَرٰىكَ حِیۡنَ تَقُوۡمُ ۝ وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیۡنَ ۝ (پارہ۱۹، سورۃ الشعرآء، آیت ۲۱۸، ۲۱۹)

ترجمہ: جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو۔ اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو۔

فائدہ: اس آیت کی تفسیر میں "نورالایمان" میں ہے کہ اے نبی ﷺ جب تم آخر رات میں تہجد پڑھنے والے صحابہ کے حالات کی تفتیش کے لئے مدینہ پاک کی گلیوں میں گردش فرماتے ہو ہم ملاحظہ فرماتے ہیں کہ یا جب آپ کا نور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پاک پشتوں میں پاک شکموں میں گردش کررہا تھا ہم دیکھتے تھے یا جب بحالت نماز تم قیام رکوع وسجود میں گردش کرتے ہو ہم دیکھتے ہیں یا بحالت نماز تمہاری آنکھ شریف کی گردش ملاحظہ فرماتے ہیں کہ تمہاری آنکھ آگے پیچھے یکساں ملاحظہ فرماتی ہے۔ مگر دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں کیونکہ یہ سورت مکیہ ہے۔ ہجرت سے قبل نمازِ تہجد والوں کی تفتیش حال کے لئے گردش فرمانا ثابت نہیں۔ حضور ﷺ کا یہ دورہ مدینہ منورہ میں تھا ایسے ہی جماعت سے نماز کا اہتمام بھی مدینہ پاک میں ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے تمام آباء و اجداد مومن، موحد، حق تعالیٰ کے عابد تھے کوئی کافر فاسق نہ تھے۔

انتباہ: اہلسنّت کے سوا دوسرے فرقے مثلاً نجدی، وہابی، مرزائی وغیرہ اکثر آباء واُمہات النبی ﷺ بالخصوص حضرت عبداللہ و حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کافر و مشرک کہتے ہیں ایسے عقیدہ کے رد میں حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے چھ رسائل لکھے ان کے فیض سے فقیر نے بھی چار پانچ رسائل لکھے ہیں پانچواں یہی ہدیہ قارئین کرام کی نذر ہے۔

رسول اکرم ﷺ کی نگاہ کرم میں: حضرت اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم ﷺ کو اس آیت میں گویا یوں ارشاد فرمایا کہ: كنت بمرأى منا حين تقلبك فى عالم الأرواح فى الساجدين بان خلقنا روح كل ساجد من روحك انه هو السميع فى الأزل مقالتك انا سيد ولد آدم ولا فخر لان أرواحهم خلقت من روحك العليم باستحقاقك لهذه الكرامة انتهى

(روح البیان، سورہ الشعراء ٢٤، الآيات ٢١٩ الى ٢٢٠، الجزء ٦، الصفحة ٣١٣)

یعنی عالم ارواح میں تم ساجدین میں میرے سامنے ہو کیونکہ ہم نے ہر روح کو تمہاری روح سے پیدا فرمایا وہ اللہ تیری بات ازل میں سن رہا تھا جب تم کہو گے کہ جملہ اولادِ آدم کا سردار ہوں اور اس پر میں فخر نہیں کرتا وہ اس لئے کہ جملہ ارواح

تیری روح سے پیدا کی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم ہی اس بزرگی وشرافت کے مستحق ہو۔

انبیاء زادہ علیٰ نبینا وعلیھم الصلوٰۃ والسلام: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ میں تمہیں دیکھ رہا تھا کہ تم ایک نبی علیہم السلام سے منتقل ہوکر دوسرے نبی علیہ السلام کی پشت میں تشریف لے جاتے یعنی ساجدین سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں کہ آدم علیہ السلام سے لے کر ابراہیم علیہ السلام پھر ان سے منتقل ہوئے یہاں تک انہیں اپنی ماں آمنہ نے جنا۔

سوال: حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب میں تمام حضرات تو نبی نہ تھے پھر یہ تفسیر کیسے درست ہوگی؟

جواب: علی الاطلاق انبیاء کا ہونا مراد ہے نہ یہ کہ جملہ نسب کے لوگ۔

عقیدہ شیعہ: شیعہ کا عقیدہ ہے کہ جملہ آباء وامہات کو مومن ماننا فرض ہے اس آیت سے رافضہ نے استدلال کیا ہے کہ نبی علیہ السلام کے جملہ آباء مومن تھے اس لئے کہ ساجد ہوتا ہی مومن ہے گویا ساجدین بول کر مومنین مراد لیا گیا ہے۔

فائدہ: یہ استدلال سرسری ہے یعنی تحقیقی نہیں۔

حدیث شریف سے استدلال: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَمْ أَزَلْ أُنْقَلُ مِنْ أَصْلَابِ الطَّاهِرِينَ إِلَى أَرْحَامِ الطَّاهِرَاتِ

(شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة بحواله ابی نعیم عن ابن عباس، المقصد الاول، الجزء۱، الصفحه ۱۷٤، دارالمعرفة بیروت)

(الحاوی للفتاوی مسالك الحنفاء فی والدی المصطفٰی ،الجزء۲، الصفحة ۲۱۰، دارالکتب العلمية بیروت)

(کتاب الشفا بتعریف حقوق المصطفی،القسم الأول فی تعظیم العلی الأعلی لقدر هذا النبی المصطفی صلى الله علیه وسلم قولا وفعلا،الباب۳،الصفحة۲۱۷،دارالفکر)

یعنی میں اصحابِ طاہرین سے منتقل ہوکر ارحامِ طاہرات سے تشریف لایا ہوں۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی استدلال درست نہیں کیونکہ طہارت ایمان پر دلالت نہیں کرتی بلکہ اس سے تو یہ ثابت ہورہا ہے کہ میں نکاح صحیح کے ذریعے دنیا میں آیا ہوں اگر چہ وہ نکاح جاہلیت کے تھے (یعنی زنا سے نہیں بلکہ نکاح سے حلال اولاد کی حیثیت سے)

فائدہ: اس سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علمی کے کمال کا اظہار ہے کہ تا آدم اپنے نفس کی صفائی بیان فرمادی اور تم

اپنی بھی صفائی نہیں دے سکتے کہ حلالی ہو یا حرامی پھر بھی مقابلے پر ہو کہ نبوت ہے کیا؟ بس وہ بڑے بھائی ہیں۔

مزید تائید: روافض کے جواب میں ہمارے قول کی تائید اس حدیث شریف سے ہوتی ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: حَتّٰی أَخْرَجَنِی مِنْ بَیْنِ أَبَوَیَّ لَمْ یَلْتَقِیَا عَلٰی سِفَاحٍ قَطُّ

(الشفا، الجزء ۱، الصفحة ۱٦٦، دارالفکر بیروت)

یعنی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر زمانے میں ان والدین سے ظاہر فرمایا جن سے زنا کا ارتکاب نہ ہوا۔

فائدہ: اس کے متعلق مختصراً ہم نے پہلے بھی گفتگو کی ہے سورۂ ابراہیم کے آخر میں یہ بحث پڑھ لیں۔

انتباہ: مسلمان پر فرض ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے نسب شریف کے متعلق معمولی سی تنقیص بھی نہ کرے بلکہ جس بات سے عوام کے بہکنے کا خیال ہو اس سے بھی احتراز کرے۔

سوال: تو پھر حضور ﷺ کے آباء کے متعلق کیسا عقیدہ ہونا چاہیے؟

جواب: یہ مسئلہ اعتقادیات سے نہیں بلکہ حسن عقیدت سے متعلق ہے عقیدہ اور عقیدت میں فرق ہے۔ چنانچہ روح البیان میں ہے کہ اس سے قلب یعنی عقیدہ کا کوئی تعلق نہیں البتہ زبان سے عقیدت کا اظہار احسن طریقہ سے ہو جیسے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

اس سے وہابیہ کا اہلسنّت پر سے اعتراض اُٹھ گیا کہ سُنی لوگ حضور ﷺ کے بارے میں وہی عقیدہ رکھتے ہیں جو روافض کا ہے وہابی کہتے ہیں کہ سُنی رافضی بھائی بھائی۔ لیکن اگر وہابی کو اگر عقل ہے تو سمجھ گیا ہوگا یہ عقیدہ رافضیوں کا ہے سنّیوں کا نہیں۔

عقیدۂ وعقیدت میں فرق: عقیدہ نص قطعی سے ثابت ہوتا ہے اس کا منکر کافر ہوتا ہے اور عقیدت روایات ضعیفہ بلکہ آیت قرآنیہ واحادیث نبویہ کے معمولی اشارات سے بھی ثابت ہو جاتی ہے۔ اس فرق کو نہ سمجھتے ہوئے جاہل وہابی، دیوبندی بلکہ ان کے پڑھے لکھے عالم دین کہلوانے والے اہلسنّت کے ہر چھوٹے بڑے مسئلے پر کہہ اُٹھتے ہیں کہ کس آیت میں ہے یا کس حدیث میں ہے؟ تجربہ کرلو! یہ ان میں عام مرض ہے تو یہ مسئلہ ایمانِ آباء نبی علیہ السلام بھی منجملہ انہیں عقائد یا عقیدتوں سے ہے فلہٰذا اب ہمارا اور روافض کا اتحاد صرف نفس مسئلہ میں ہے اور نفس مسئلہ کے اتحاد سے بھائی بھائی نہیں بن جاتا۔ اس موضوع پر فقیر نے علیحدہ کتاب لکھی ہے اور اسی تفسیر میں پہلے بھی لکھا ہے اور اب بھی لکھتا ہے۔

مسئلہ: حضور ﷺ کے آباء وامہات حضرت عبداللہ تا حضرت آدم علیہ السلام اور از حضرت حوا تا آمنہ رضی اللہ عنہین

سب ہی موحد مومن تھے آپ کے سلسلہ نسب میں کوئی مشرک یا کافر نہیں۔

(۲) وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌمِّنْ مُّشْرِكٍ (پارہ۲،سورۃ البقرۃ،اٰیت۲۲۱)

ترجمہ: اور بیشک مسلمان غلام مشرک سے اچھا ہے۔

یہ مسئلہ قطعی ہے کہ مسلمان چاہے حسب ونسب میں کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو وہ مشرک اعلیٰ قوم واولیٰ نسب سے بدر جہا بہتر ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا: بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُونِ بَنِي آدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتَّى كُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِي كُنْتُ فِيهِ

(صحيح البخاری ، كتاب المناقب ،الباب صفة النبی صلی الله عليه وسلم، الجزء ۱۱،

الصفحة۳۹۲،الحديث ۳۲۹۳)

یعنی ہر قرن وطبقہ میں تمام قرون کے آدم سے بہتر بھیجا گیا ہوں یہاں تک کہ اس قرن میں ہوا جس سے پیدا ہوا۔

اب اس حدیث کو آیۂ مذکورہ سے ملا دیا جائے تو دعویٰ بالکل واضح ہوجائے گا کیونکہ آیت میں فرمایا گیا ہے:

''مشرک سے مومن غلام بہتر ہے''۔

اورحضور ﷺ کے ارشاد سے پتہ چلا ہے کہ: ''میں خیر قرون سے ہوں''۔

نتیجہ ظاہر ہے کہ میں (حضور ﷺ) ایمان والوں کی پشت سے ہوں۔

حدیث شریف: حضوراکرم ﷺ نے فرمایا: لَمْ يَزَلْ عَلَى وَجْهِ الدَّهْرِ فِي الْأَرْضِ سَبْعَةٌ مُسْلِمُونَ فَصَاعِدًا فَلَوْلَا ذَلِكَ هَلَكَتِ الْأَرْضُ وَمَنْ عَلَيْهَ

(شرح الزرقانی علی المواهب اللدنية بحواله عبدالرزاق وابن المنذر، المقصد الاول، جلد ۱،

صفحه ۱۷٤، دارالمعرفة بيروت)

یعنی روئے زمین پر ہرزمانے میں کم سے کم سات مسلمان رہے ہیں ایسا نہ ہوتا تو زمین واہل زمین سب ہلاک ہوجاتے۔

اب ان دونوں حدیثوں کو صغریٰ کبریٰ کے طریق پر ملایا جائے تو نتیجہ (مطلوب) برآمد ہوگا اس لئے کہ اوّل حدیث میں صاف طور پر فرمایا گیا ہے کہ ''میں خیر قرون سے ہوں''۔

دوسری حدیث نے بتایا: ''روئے زمین پر ہمیشہ کم ازکم سات مسلمان رہے ہیں''۔

اور بمقتضائے آیۃ مذکورہ مومن خیر من مشرک سے یہ نتیجہ نکلا کہ حضور ﷺ کا نور ہمیشہ خیر سے خیر کی طرف منتقل ہوتا رہا اور چونکہ خیر مومن ہے مشرک و کافر نہیں اسی لئے حضور ﷺ کا نسب مومنین سے ہے مشرکین سے نہیں۔

کبریٰ واضح ہے صغریٰ کی طرف دلیل جس کی طرف امام جلیل جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ: والمعنی ان الکافر لا یستاھل شرعاً ان یطلق علیه انه من خیار القرن

(فتاوی رضویه ،باب فضائل و خوائص،جلد ۳۰، صفحه نمبر۲۶۹ـ۲۶۷ ،مطبوعه رضا فاونڈیشن لاهور)

یعنی شرعاً کافر ہرگز اس کا اہل نہیں ہوسکتا کہ وہ خیر قرون سے ہو۔

خیر قرون مومن ہی ہوسکتا ہے لہٰذا حضور ﷺ کے اَہل سب مومن ہی قرار پائے۔

(۳) اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ (پارہ۱۰،سورۃ التوبۃ،اٰیت ۲۸)

ترجمہ: مشرک نِرے ناپاک ہیں۔

حدیث شریف: حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: لَمْ أَزَلْ أُنْقَلُ مِنْ أَصْلَابِ الطَّاهِرِينَ إِلَى أَرْحَامِ الطَّاهِرَاتِ

(شرح الزرقانی علی المواهب اللدنية بحواله ابی نعيم عن ابن عباس، المقصد الاول، الجزء۱، الصفحه ۱۷٤،دارالمعرفة بيروت)

(الحاوی للفتاوی مسالك الحنفاء فی والدی المصطفٰی ،الجزء۲، الصفحة ۲۱۰، دارالكتب العلمية بيروت)

(كتاب الشفا بتعريف حقوق المصطفى،القسم الأول فی تعظيم العلی الأعلی لقدر هذا النبی المصطفی صلی الله عليه وسلم قولا وفعلا،الباب۳،الصفحة۲۱۷،دارالفكر)

یعنی میں اصحابِ طاہرین سے منتقل ہوکر ارحامِ طاہرات سے تشریف لایا ہوں۔

اب مندرجہ بالا آیت و حدیث کو آپس میں ملایا جائے تو مطلب بالکل واضح ہو جائے گا کیونکہ قرآن عظیم الشان نے بلاشبہ مشرکین کے نجس ہونے کا فیصلہ فرمایا اور حدیث پاک میں حضور ﷺ نے اپنے آباء و امہات کو طیب و طاہر فرمایا مشرکین نجس ہیں کبھی طاہر نہیں ہوسکتے اور حضور ﷺ کے اُصول طاہر ہیں کبھی نجس نہیں ہوسکتے تو لازمی نتیجہ نکلا کہ حضور ﷺ کے آباء و اجداد امہات و جدات مومن و موحد تھے کبھی کافر و مشرک نہیں ہوسکتے۔

(۴) وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (پارہ۲۸،سورۃ المنافقون،اٰیت ۸)

ترجمہ: اور عزّت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

اس آیت کریمہ میں عزت واکرام کا حصہ اللہ تعالیٰ نے مومنین میں فرمایا اور کافر چاہے کیسا ہی اُونچی قوم کا کیوں نہ ہو ذلیل ولیئم ٹھہرا۔ نبی کا کسی ذلیل ولئیم کی پشت سے ہونا کوئی مدح نہیں حالانکہ اس آیت کریمہ کو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے مقامِ مدح میں نازل فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے آباء واجداد اشراف تھے اور اشرف کا فرو مشرک نہیں ہوسکتا بلکہ مومن وموحد ہی اشرف واکرم ہوسکتا ہے۔

عقلی دلیل: کسی ذلیل ورذیل شخص پر نسب میں فخر کرنا عقلاً وعرفاً باطل ہے۔

تائید: لیکن نبی کریم ﷺ نے اپنے فضائل کریمہ کے بیان میں رجز اور مدح کے متعدد مرتبہ اپنے آباء کرام وامہات طیبات کا ذکر فرمایا۔ جنگ حنین میں جب کچھ دیر کے لئے کفار نے غلبہ پالیا اور چندلوگ ماہ رسالت میں باقی رہے تو اللہ کے پیارے رسول پر جلالیت طاری ہوگئی فرمایا: أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

(صحیح البخاری ،کتاب الجهاد و السير ،الباب من قاد دابة غيره فى الحرب، الجزء۹، الصفحة۴۷۳، الحديث۳۶۵۲)

(صحیح مسلم ،کتاب الجهاد و السير ،الباب فى غزوة حنين، الجزء۹، الصفحة ۲۴۰، الحديث ۳۳۲۵)

(مسند احمد ،کتاب مسند الكوفيين ،الباب حديث البراء بن عازب رضى الله تعالى عنه، الجزء۳۷، الصفحة۴۲۵، الحديث۱۷۷۳۸)

یعنی میں نبی ہوں کچھ جھوٹ نہیں میں بیٹا ہوں عبدالمطلب کا۔

حضور ﷺ نے یہ رجز پڑھتے ہوئے سواری سے نزول فرمایا ایک مٹھی خاک دست مبارک میں لے کر کافروں کی طرف پھینکی اور فرمایا: شاهدت الوجوه یعنی بگڑ گئے چہرے۔ وہ خاک سب کفار کی آنکھوں میں پہنچی اور سب کے منہ پھر گئے۔ بعض روایات میں رجز کا آخر ہے: أَنَا ابْنُ الْعَوَاتِكِ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ۔

(کنزالعمال بحواله ص وطب ، الجزء ۱۱، الصفحة ۴۰۲، مؤسسة الرسالة بيروت)

(المعجم الكبير بحواله ص و طب، الجزء۷، الصفحة ۱۶۹، المكتبة الفيصلية بيروت)

یعنی میں بنی سلیم سے ان چند خواتین کا بیٹا ہوں جن کا نام عاتکہ تھا۔

بعض علماء کے نزدیک حضور ﷺ کے جدات میں نو بیبیوں کا نام عاتکہ تھا بعض کے نزدیک بارہ کا۔

بعض روایات میں حضور ﷺ نے اپنا نسب نامہ اپنے فضائل کریمہ میں اکیس پشتوں تک بیان فرمایا ہے کہ میں سب سے نسب میں افضل باپ میں افضل ہوں اور کسی مشرک یا کافر باپ دادا پر فخر کرنا نہ تو عقلاً جائز ہے نہ ہی عرفاً۔ تو یہ

حضورﷺ کے لئے کیونکر ممکن ہے کہ معاذ اللہ آپ مشرک یا کافر باپ دادا کے نسب پر فخر کریں تو بحکم نصوص ثابت ہوا کہ حضورﷺ کے آباء وامہات مسلمین ومسلمات تھے۔(وھو المطلوب)

(۵) اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ (پارہ۱۲،سورۃ ھود،آیت ۴۶)

ترجمہ: وہ تیرے گھر والوں میں نہیں بیشک اس کے کام بڑے نالائق ہیں (تیرانا فرمان ہے)۔

آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مومن وکافر کا نسب قطع فرمایا اور حدیث میں ہے: نَحْنُ بَنُو النَّضْرِ بْنِ كِنَانَةَ لَا نَقْفُو أُمَّنَا وَلَا نَنْتَفِي مِنْ أَبِينَا

(سنن ابن ماجه، كتاب الحدود،باب من نفى رجلا من قبيلته،الجزء٨، الصفحة٣٨، الحديث٢٦٠٢)

(مسند احمد، كتاب مسند الأنصار رضى الله عنهم،باب حديث الأشعث بن قيس الكندى رضى الله عنه، الجزء٤٤، الصفحة٣٠٩، الحديث٢٠٨٣٧)

یعنی ہم نضر بن کنانہ کے بیٹے ہیں ہم اپنے باپ سے اپنا نسب جدا نہیں کرتے۔

اگر معاذ اللہ حضورﷺ کے سلسلہ نسب میں کوئی کافر تھا یا مشرک تو باقی رکھنے اور ان پر فخر کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن حضورﷺ کے آباء وامہات سب مومن وموحد تھے لہٰذا ان پر فخر کرنا اور ان کا نسب باقی رکھنا اپنی جگہ بالکل درست اور بجا ہے اس میں کوئی قباحت نہیں۔

(٦) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ بنانے کے بعد دعا کی: وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ

(پارہ۱،سورۃ البقرۃ،آیت ۱۲۸)

ترجمہ: اور ہماری اولاد میں سے ایک امت تیری فرمانبردار۔

فرمایا: رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (پارہ۱،سورۃ البقرۃ،آیت ۱۲۹)

ترجمہ: اے رب ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا حضورﷺ سے پوری ہوئی۔ اس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ نبی کریمﷺ مسلم جماعت سے پیدا ہوئے اور بالکل یہی ہمارا مقصود ہے۔

(۷) لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ (پارہ۱۱،سورۃ التوبۃ،آیت ۱۲۸)

ترجمہ: بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول۔

ایک قرأۃ میں ''ف'' کی فتحہ کے ساتھ ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ تمہارے پاس یہ عظمت والے رسول نفیس

ترین جماعت سے تشریف لائے اور کافر چونکہ نفیس نہیں خسیس ہے۔معلوم ہوا کہ حضورﷺ کے اجداد ماجدین وجدات طاہرات اعلیٰ قسم کے مومن وموحد تھے وہ کفروشرک کے تمام انواع سے پاک ومبرا تھے۔

(۸) وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ٥ الَّذِىْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ٥ وَ تَقَلُّبَكَ فِى السّٰجِدِيْنَ٥

(پارہ۱۹،سورۃ الشعرآء،اٰیت ۲۱۷۔۲۱۹)

ترجمہ: اوراس پر بھروسہ کرو جو عزت والا مہر والا ہے۔جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو۔اورنمازیوں میں تمہارے دورے کو۔

امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ حضورﷺ کا نور پاک ساجدوں سے ساجدین کی طرف منتقل ہوتا رہا تو یہ آیت اس پر دلیل ہے کہ سب آباء مسلمین تھے۔امام سیوطی وابن حجر وعلامہ زرقانی نے اس تقریر کی تائید وتوثیق فرمائی۔یہ آیت مع تفسیر ہم نے ابتداًعرض کردی ہے:

(۹) وَ لَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (پارہ۳۰،سورۃ الضحیٰ،اٰیت ۵)

ترجمہ: اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہوجاؤ گے۔

نبی کریمﷺ کی وجاہت اجابت کا تو یہ عالم ہے کہ ان کے حق میں رب فرماتا ہے: سَنُرْضِيْكَ فِيْ أُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْئُكَ

(صحيح مسلم ،كتاب الايمان،الباب دعاء النبى صلى الله عليه وسلم لامته وبكائه شفقة، الجزء١، الصفحة٤٦٥، الحديث٣٠١)

یعنی قریب ہے کہ ہم تجھے تیری اُمت کے بارے میں راضی کردیں گے اور تیرا دل بُرا نہ کریں گے۔

اُمت کے بارے میں تو حضورﷺ کی شفاعت رد نہ فرمائے تو کیا والدین کے بارے میں حضورﷺ کو یہ گوارا ہوگا کہ وہ معاذ اللہ جہنم میں رہیں۔

انتباہ: ابو طالب نے حضورﷺ کی دعوت کا صاف انکار کیا اس لئے وہ کافر ہے۔

حدیث شریف: صحیح حدیث میں نبی کریمﷺ نے ابوطالب کے بارے میں فرمایا: وَجَدْتُهُ فِي غَمَرَاتٍ مِنْ النَّارِ فَأَخْرَجْتُهُ إِلَى ضَحْضَاحٍ

(صحيح مسلم ،كتاب الايمان،شفاعة النبى صلى الله عليه وسلم لابى طالب والتخفيف، الجزء١، الصفحة٤٧٦، الحديث٣٠٩)

یعنی میں نے ابوطالب کو سراپا آگ میں ڈوبا پایا تو کھینچ کر ٹخنوں تک آگ سے نکال دیا۔

حدیث شریف ۲: دوسری روایت ہے کہ صحابہ نے پوچھا کیا آپ سے ان کو کوئی فائدہ ہوا؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: وَلَوْلَا أَنَا لَكَانَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ

(صحيح البخارى ، كتاب المناقب،قصة ابى طالب ، الجزء ١٢، الصفحة٢٦٧، الحديث٣٥٩٤)

(صحيح مسلم ، كتاب الايمان،شفاعة النبى صلى الله عليه وسلم لابى طالب و التخفيف، الجزء ١، الصفحة٤٧٥،الحديث٣٠٨)

یعنی اگر میں نہ ہوتا تو ابو طالب جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں ہوتا۔

دوسری حدیث میں ہے: أَهْوَنُ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا أَبُو طَالِبٍ

(صحيح مسلم ، كتاب الايمان، الباب اهون اهل النار عذابا، الجزء١، الصفحة ٤٨٠،الحديث٣١٢)

(مسند احمد ، كتاب ومن مسند بنى هاشم ،الباب بداية مسند عبدالله بن العباس ، الجزء٦، الصفحة٣٦، الحديث٢٥٠٤)

یعنی دوزخیوں میں سب سے ہلکا عذاب ابوطالب پر ہے۔

ازالہ وہم: حضور اقدس ﷺ سے جو قربِ والدین کریمین کو حاصل ہے ابوطالب کو اس سے کوئی نسبت نہیں۔ پھر والدین کریمین کا عذر بھی معقول کہ نہ تو انہیں دعوتِ اسلام پہنچی اور نہ ہی اُنہوں نے زمانہ نبوت پایا وہ دین فطرت پر تھے ان کے لئے عقیدۂ توحید ہی کافی ہے۔ کسی ضعیف حدیث یا تاریخ سے ان کی طرف شرک کی نسبت ثابت نہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (۱۰) وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (پارہ۱۵،سورۃ الاسراء،اٰیت ۱۵)

ترجمہ: اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

معلوم ہوا کہ جب والدین کریمین کو دعوت ہی نہیں پہنچی تو عذاب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ وہ حضرات دین ابراہیمی پر تھے۔ حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ نے جو اشعار بوقت رحلت ارشاد فرمائے ان سے اُن کے ایمان کی دلیل ملتی ہے۔ جب والدہ ماجدہ نے اپنے فرزند جلیل سید المرسلین کے چہرۂ انور پر حسرت بھری نظر کی اور ان کی یتیمی کا خیال آیا تو

بارك فيك الله من غلام يا ابن الذى من حومة الحمام
نجا بعون الملك المنعام فودى غداة الضرب بالسهام
بمائة من ابل سوام ان صحّ ما ابصرت فى المنام
فانت مبعوث الى الانام من عند ذى الجلال والاكرام

تبعث فی الحل وفی الحرام تبعث فی التحقیق والاسلام
دین ابیك البرّ ابراهام فالله انهاك عن الاصنامان لاتوالیها مع الاقوام

(المواهب اللدنیة بحواله دلائل النبوة، المقصد الاول، الجزء۱، الصفحة۱۶۹،المکتب الاسلامی بیروت)

یعنی اے ستھرے لڑکے اللہ تجھ میں برکت رکھے۔ اے بیٹے ان کے جنہوں نے موت کے گھر سے نجات پائی۔ بڑے انعام والے بادشاہ اللہ عزوجل کی مدد سے جس صبح کو قرعہ ڈالا گیا سو بلند اُونٹ ان کے فدیہ میں قربان کئے گئے۔ اگروہ ٹھیک ٹھہرا جو میں نے خواب میں دیکھا ہے تو تو سارے جہاں کی طرف پیغمبر بنایا جائے گا جو تیرے نیکوکار باپ ابراہیم کا دین ہے۔ میں اللہ کی قسم دے کر تجھے بتوں سے منع کرتی ہوں کہ قوموں کے ساتھ ان کی دوستی نہ کرنا۔

حضرت آمنہ خاتون کی اس مبارک وصیت میں (جو فراقِ دنیا کے وقت اپنے ابنِ کریم علیہ السلام کو کی) توحید ورد شرک آفتاب سے زیادہ روشن ہے اور اس کے ساتھ ملت ابراہیمی کا بھی پورا اقرار وایمان ہے اور وہ بھی بیانِ بعثت عامہ کے ساتھ۔ (اَلْحَمْدُلِلّٰہِ عَلٰی ذَالِكْ)

(۱۱) اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ (پارہ۸،سورۃ الانعام،ایت۱۲۴)

ترجمہ: اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے۔

رب العزت سب سے زیادہ معزز ومحترم جگہ وضع رسالت کے لئے انتخاب فرماتا ہے لہٰذا کبھی کم قوموں رزیلوں میں رسالت نہیں رکھی پھر کفر وشرک سے زیادہ رزیل کون سی چیز ہوسکتی ہے وہ کیونکر اس قابل ہو کہ اللہ عزوجل نورِ رسالت اس میں ودیعت رکھے۔ کفار محل غضب ولعنت ہیں اور نورِ رسالت کے وضع کو محل رضا ورحمت درکار ہے تو معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اصلابِ طیبہ سے ارحامِ طاہرہ کی طرف گردش کرتا ہوا حضرت عبداللہ اور آمنہ خاتون کے درمیان ہوا وہ سب کے سب کفر وشرک اور الحاد و بے دینی کی آلودگیوں سے پاک ومنزہ تھے۔

(۱۲) اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا اُولٰٓئِكَ ھُمْ شَرُّ الْبَرِیَّةِ O اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ O (پارہ۳۰،سورۃ البینہ،ایت۶،۷)

ترجمہ: بے شک جتنے کافر ہیں کتابی اور مشرک سب جہنّم کی آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے وہی تمام مخلوق میں بدتر ہیں۔ بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں۔

ثبوت از حدیث شریف: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ ھَاشِمِ بْنِ عَبْدِ مَنَافِ بْنِ قُصِیِّ بْنِ کِلَابِ بْنِ مُرَّةَ بْنِ کَعْبِ بْنِ لُؤَیِّ بْنِ

غَالِبِ بْنِ فِهْرِ بْنِ مَالِكِ بْنِ النَّضْرِ بْنِ كِنَانَةَ بْنِ خُزَيْمَةَ بْنِ مُدْرِكَةَ بْنِ إِلْيَاسَ بْنِ مُضَرَ بْنِ نِزَارِ بْنِ مَعَدِّ بْنِ عَدْنَانَ مَا افْتَرَقَ النَّاسُ فِرْقَتَيْنِ إِلَّا جَعَلَنِي اللَّهُ فِي خَيْرِهِمَا ، فَأُخْرِجْتُ مِنْ بَيْنِ أَبَوَيَّ ، فَلَمْ يُصِبْنِي شَيْءٌ مِنْ عَهْدِ الْجَاهِلِيَّةِ ، وَخَرَجْتُ مِنْ نِكَاحٍ وَلَمْ أَخْرُجْ مِنْ سِفَاحٍ مِنْ لَدُنْ آدَمَ حَتَّى انْتَهَيْتُ إِلَى أَبِي وَأُمِّي ، فَأَنَا خَيْرُكُمْ نَفْسًا وَخَيْرُكُمْ أَبًا

(الجامع الصغير من حديث البشير النذير،باب :حرف الألف،الجزء١، الصفحة٢٣٠، الحديث٢٦٨٢)

(دلائل النبوة ، جلد١، الصفحة١٧٩ـ١٧٤) (تاريخ دمشق ، جلد٣، الصفحة٣٠)

یعنی میں ہوں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن نزار بن معد بن عدنان ۔لوگ دوگروہ نہ ہوئے مگر یہ کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بہتر گروہ میں کیا تو میں اپنے ماں باپ سے اس طرح پیدا ہوا کہ زمانہ جاہلیت کی کوئی بات مجھ تک نہ پہنچی اور میں خالص نکاح سے پیدا ہوا۔آدم سے لے کر اپنے ابوین تک تو میرا نفس کریم سب سے افضل اور میرے باپ تم سب کے آباء سے بہتر۔

آیت مندرجہ بالا میں رب العزت نے کفار اور مشرکین کو شرالبریہ فرمایا اور حضور ﷺ نے فرمایا: فَأَنَا خَيْرُكُمْ نَفْسًا ، وَخَيْرُكُمْ أَبًا (دلائل النبوة للبيهقي، المدخل الى دلائل النبوة ومعرفة، جماع ابواب مولد النبي صلى الله عليه وسلم ، باب ذكر شرف اصل رسول الله صلى الله عليه وسلم، رقم الحديث١٠٠)

(البداية والنهاية،كتاب سيرة رسول الله صلى الله عليه وسلم،الجزء٣، الصفحة٣٦٣، دارعالم الكتب) ﴿یعنی میں تم میں سے ذات اور باپ کے اعتبار سے اچھا ہوں۔﴾ جس سے آفتاب نیم روز سے مطلوب زیادہ روشن ہوا کہ سلسلہ نبوی میں کافر مشرک داخل نہیں ورنہ حضور ﷺ کا خیر ہونا کس طرح ثابت ہوسکتا ہے۔

اقوال علماء: حضرت علامہ جلال الدین سیوطی و دیگر محدثین فرماتے ہیں: ان ابآء النبی صلی اللہ تعالی علیه و سلّم غیر الا نبیآء و امّهاته الی آدم و حوا لیس فیهم کافر لان الکافر لایقال فی حقه انه مختار و لاکریم و لاطاهر بل نجس و قد صرحت الاحادیث بانهم مختارون و ان ابآء کرام و الامهات طاهرات و ایضا قال اللہ تعالی و تقلبك فی الساجدین علی احد التفاسیر فیه ان المراد منتقل نوره من ساجد الی ساجد (افضل القراء ، الجزء١، الصفحة١٥١)

یعنی نبی کریم ﷺ کے سلسلہ نسب میں جتنے انبیاء ہیں وہ تو انبیاء ہی ہیں ان کے علاوہ حضور ﷺ کے جس قدر آباء و امہات آدم و حوا تک ہیں ان میں کوئی کافر نہ تھا کہ کافر کو پسندیدہ یا کریم یا پاک نہیں کہا جا سکتا اور حضور ﷺ کے آباء و امہات کی نسبت حدیثوں میں تصریح کی گئی ہے کہ وہ سب پسندیدہ بارگاہ الٰہی ہیں۔ آباء سب کرام مائیں سب پاکیزہ ہیں اور آیۃ کریمہ وَتَقَلُّبَكَ فِيْ السَّاجِدِيْنَ کی بھی ایک تفسیر یہی ہے کہ نبی ﷺ کا نور ایک ساجد سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہوا۔

اب اس سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ حضور ﷺ کے والدین کریمین اہلِ جنت ہیں کیونکہ ساجد مشرک و کافر نہیں ہوتے مومن و موحد ہی ہوتے ہیں۔

سوال: قرآن کریم نے آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا باپ بتایا ہے حالانکہ وہ بت تراش تھے اور مشرک بھی تو حضور ﷺ کے سلسلہ نسب میں مشرک آ گیا

جواب: مفسرین و اہل تاریخ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا باپ نہیں تھا۔ ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے حدیث موجود ہے کہ: عَمُّ الرَّجُلِ صِنْوُ أَبِيهِ

(سنن ترمذی ،کتاب المناقب عن رسول الله ،الباب مناقب العباس بن عبدالمطلب رضی الله عنه ، الجزء١٢، الصفحة٢٢٦، الحديث ٣٦٩١)

یعنی آدمی کا چچا اس کے باپ کے بجائے (برابر) ہوتا ہے۔

نیز قرآن کریم میں صریح آیت موجود ہے کہ جس میں چچا کو باپ کہا گیا ہے اس کی مزید تحقیق کے لئے فقیر کا رسالہ پڑھئے ''کیا آزر ابراہیم علیہ السلام کا باپ تھا؟''

سوال: روایات سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ کے والدین کو زندہ کیا گیا اور وہ حضور ﷺ پر ایمان لائے اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے والدین کفر کی حالت میں مرے۔

جواب: اولاً تو اس حدیث سے حضور ﷺ کے والدین کا ایمان ثابت ہے جو لوگ اب بھی ایمان کے قائل نہیں جواب تو ان کو دینا ہوگا۔ یہ حدیث ہمارے مقصد کے خلاف نہیں نیز حضور ﷺ کے والدین کا دوبارہ زندہ کیا جانا اور ایمان لانا معاذ اللہ اس لئے نہیں تھا کہ وہ کافر تھے۔ ان کا کفر تو کسی ضعیف روایت سے بھی ثابت نہیں بلکہ ان کو اس لئے زندہ کیا گیا کہ وہ حضور ﷺ پر ایمان لا کر حضور اکرم ﷺ کے شرف صحابیت سے مشرف ہو کر خیر الامہ میں داخل ہو جائیں۔ ان کا زندہ کرنا اور حضور ﷺ پر ایمان لانا مزید انعام و اکرام کے لئے تھا ورنہ وہ تو پہلے ہی ملت ابراہیمی پر تھے جس طرح گذشتہ قصیدہ میں ثابت ہو چکا ہے۔

ثانیاً ایمان کی تجدید مراد ہے اس لئے کہ ان کا اہل توحید سے ہونا ہی ان کی نجات کے لئے کافی ہے اس لئے کہ وہ احکام کے مکلّف ہی نہیں تھے جس طرح کہ پہلے گزر چکا ہے۔

سوال: حضور ﷺ نے ایک صحابی سے فرمایا: إِنَّ أَبِی وَأَبَاكَ فِی النَّارِ

(صحیح مسلم، کتاب الایمان،الباب ان مات علی الکفر فھو فی النار ولا تنالہ شفاعة، الجزء۱، الصفحة٤٦٧، الحدیث ۳۰۲)

(سنن ابی داود، کتاب السنة،الباب فی ذراری المشرکین، الجزء۱۲، الصفحة۳۲۷، الحدیث ٤٠٩٥)

یعنی میرا باپ اور تمہارا باپ دوزخ میں ہیں۔

جواب: (۱) باپ سے مراد ابوطالب آپ کا چچا ہی ہے ورنہ اس حدیث کے مقابلے میں جو آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبوی ہیں ان کا کیا جواب ہوگا۔

(۲) حضور ﷺ کو استغفار سے بھی رب العزت نے اس لئے منع فرمایا کہ آپ کے والدین گنہگار تھے ہی نہیں استغفار تو گنہگاروں کے لئے ہوتا ہے اور گنہگار وہ شخص ہے جس کو رسول دعوتِ توحید و احکام دے اور وہ شخص اعراض کرے حضور ﷺ کے والدین کے لئے یہ دونوں امر ثابت نہیں۔

سوال: فقہ اکبر میں ہے: مَاتَا عَلَی الْکُفْرِ یعنی ان کی موت کفر پر ہوئی۔ (معاذاللہ)

جواب: اوّل تو یہ مسئلہ اجتہادی نہیں کہ ہم اس میں کسی امام کی پیروی یا تقلید کریں۔ دوم فقہ اکبر کی عبارت ما دل یعنی مَاتَا عَلَی عھد الکفر یعنی حضور ﷺ کے والدین کا انتقال عہدِ کفر میں ہوا۔

اور یہ مسلم ہے اس سے انکار نہیں۔ سوم یہ عبارت مَامَاتَا عَلَی الْکُفْرِ (یعنی ان کی موت کفر پر نہیں ہوئی۔) تھی جیسا کہ اصل کتاب میں ہے۔ چہارم یہ عبارت بعض نسخوں میں سرے سے موجود ہی نہیں تو ہمیں اس عبارت کے جواب دینے کی ضرورت ہی نہیں۔

ایک اور طریقہ: مذکورہ بالا تقریر ہے جسے صاحب روح البیان نے بیان فرمائی اور فقیر نے اسے حاشیہ چڑھا کر اس کی تفصیل عرض کر دی ہے اس کے متعلق مزید تقاریر فقیر کی تصنیف "ابوینِ مصطفی ﷺ" میں ملاحظہ فرمائیں۔

یہاں مزید ایک اور تقریر جسے صاحب روح البیان نے اپنی تفسیر کے پارہ اوّل میں بیان فرمائی ہے وہ حاضر ہے: راجح اور صحیح یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا نسب شریف کفر کی گرد و غبار سے پاک ہے۔ اگرچہ قریش میں بتوں کی پرستش عام تھی لیکن خلیل علیہ السلام کی دعا: وَّ اجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (پارہ۱۳،سورۃ ابراھیم، ایت ۳۵)

ترجمہ: اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے پوجنے سے بچا۔

معلوم ہوا کہ وہ بتوں کی پرستش کے مرتکب نہیں ہوئے۔ دوسری آیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ہے:

وَ جَعَلَهَا كَلِمَةً م بَاقِيَةً (پارہ ۲۵، سورۃ الزخرف، آیت ۲۸)

ترجمہ: اور اسے اپنی نسل میں باقی کلام رکھا۔

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ شرک سے دور تھے۔

احیاء الابوین : اہلسنّت متاخرین ابوین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مومن وموحد ہونے کی ایک دلیل یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندہ کرکے اپنی اُمت میں داخل فرمایا۔ اس کی تفصیل فقیر نے رسالہ " بغتہ الفحول فی ایماء اصول الرسول" (عربی) میں عرض کردی ہے۔ سردست چند دلائل ملاحظہ ہوں علیہ السلام

(۱) **حدیث شریف**: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہمارے ساتھ حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو آپ قصبة الحجون سے گزرے اور آپ غمگین ہو کر آنسو بہانے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر میری آنکھیں بھی پرنم ہو گئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُونٹنی سے اُترے اور فرمایا اے حمیرا (عائشہ) ذرا رُکیے! میں وہاں ٹھہر گئی۔ آپ تادیر وہاں ٹھہرے رہے آخر آپ تبسم فرماتے ہوئے واپس تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا! آپ پر میرے ماں باپ قربان آپ پہلے یہاں غمگین ہوئے گریہ فرمایا آپ کو دیکھ کر میرے بھی آنسو بہہ نکلے لیکن جب آپ لوٹے ہیں تو مسرور و تبسم، آخر اس کا سبب کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کو دیکھا تو رو دیا میں والدہ آمنہ کی قبر پر گیا اللہ تعالیٰ سے دعا کی اللہ تعالیٰ میری والدہ ماجدہ کو زندہ کر دے اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کر دیا اور اُنہوں نے میرا کلمہ پڑھا۔

انتباہ : اگرچہ یہ حدیث سنداً ضعیف ہے لیکن باتفاق علمائے اسلام فضائل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں قابلِ قبول ہے۔

(۲) حضرت حافظ شمس الدین دمشقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

(۱) حَبَا اللّٰهُ النَّبِیَّ مَزِیدَ فَضْلٍ

عَلٰی فَضْلٍ وَّكَانَ بِهٖ رَؤُفًا

(۲) فَأَحْيَا أُمَّهٗ وَكَذَا أَبَاهُ

لِإِيمَانٍ بِهٖ فَضْلًا لَطِيفًا

(۳) فَسَلِّمْ فَالْقَدِيمُ بِذَا قَدِيرٌ

وَإِنْ كَانَ الْحَدِيثُ بِهِ ضَعِيفًا (تفسیر روح البیان، جلد۱، صفحہ۲۱۸۔۲۱۷)

یعنی (۱)اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑا فضل کیا اور وہ اُن کے لئے بڑا رحیم ہے۔

(۲)ان کی خاطر ان کی والدہ اسی طرح والد کو زندہ کیا تا کہ آپ پر ایمان لائیں یہ بہت بڑا فضل ہے۔

(۳)یہ مان لینا چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ اس امر پر قادر ہے اگر چہ یہ مسئلہ حدیث ضعیف سے ثابت ہے۔

مسئلہ: الاشباہ والنظائر میں ہے کہ جو بھی کفر پر مرے اُس پر لعنت بھیجنا جائز ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین پر لعنت نہ کی جائے کیونکہ اُن کا زندہ ہو کر اسلام لانا حدیث سے ثابت ہے۔(کذافی مناقب الکردی)

ایمان ابوین مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنے والدین کی قبروں پر بہت گریہ فرمایا اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر خشک درخت کھڑا کردیا اور فرمایا اگر یہ درخت سبز ہوگیا تو اُن کے ایمان کی نشانی ہے اور اگر خشک رہا تو ان کے کفر کی علامت ہے خدا کی شان وہ درخت سبز ہوگیا۔وہ حضرات قبر سے باہر نکلے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا نتیجہ تھا وہ زندہ ہوتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاکر اپنی اپنی قبروں میں واپس چلے گئے۔(روح البیان)

عقلی دلائل: (۱)حضرت شیخ شہیر بافتادہ آفندی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ یہی قول صحیح ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کا نام عبداللہ تھا اور لفظاً اللہ کسی بت کا علم نہیں تھا کیونکہ یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے مخصوص علم میں سے ہے جاہلیت میں ان بتوں کے نام لات وعزیٰ وغیرہ تھے۔

(۲)ان حضرات کا زندہ ہونا نہ عقلاً ممتنع ہے نہ شرعاً کیونکہ قرآن شریف میں بنی اسرائیل کے مقتول کا زندہ ہو کر اپنے قاتل کا نام بتانا ثابت ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے اسی طرح ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مردے زندہ فرمائے۔جب یہ ثابت ہے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا زندہ ہو کر اسلام لانے میں کون سا اشکال ہے بلکہ یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر مزید لطف وکرم کی دلیل ہے۔

سوال: حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ اپنی والدہ ماجدہ کی قبر پر تشریف لے گئے۔خود بھی خوب روئے اور ساتھ والوں کو بھی رُلایا۔پھر فرمایا میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کے استغفار کی اجازت چاہی تو مجھے روکا گیا پھر میں نے ان کی قبر کی زیارت کی اجازت چاہی تو قبر کی اجازت مل گئی اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبور کی زیارت کیا کرو کیونکہ وہ موت کو یاد دلاتی ہے۔

جواب۱: یہ حدیث مذکورہ عبارت سے پہلے یعنی حدیث حجۃ الوداع کے موقع سے پہلے کی ہے اور آپ ہر گھڑی اعلیٰ درجات کو پہنچتے رہے یہاں تک کہ وصال شریف تک بڑے اونچے درجات آپ نے طے فرمائے ممکن ہے کہ یہ درجہ بھی اسی میں حاصل ہوا ہو۔

جواب۲: استغفار سے منع ابوین کے ایمان کی نفی نہیں کرتا جیسا کہ اُصول کا مسلم قاعدہ ہے۔مزید جوابات اور تفصیل و تحقیق فقیر کے رسالہ ''ابوین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم'' میں پڑھئے۔

سوال: جب کافر کا ایمان موت کے معائنہ کے وقت غیر قابل قبول ہے پھر مرنے کے بعد ایمان لانا کیسے قبول ہوسکتا ہے؟

جواب: معائنہ موت کا ایمان خوف کی وجہ سے ہوتا ہے اسی وجہ سے نا قابل قبول ہے البتہ موت کے بعد زندہ ہونے میں خوف کا ہے کا؟ چنانچہ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ (پارہ،سورت الانعام، آیت ۲۸) ﴿اور اگر واپس بھیجے جائیں تو پھر وہی کریں جس سے منع کئے گئے تھے۔﴾ آیت قرآنی سے بھی ثبوت ملتا ہے۔آیت کی تفسیر فقیر کی تفسیر فیوض الرحمن ترجمہ روح البیان، پارہ نمبر۷ پڑھئے۔

اصحابِ کہف کے دوبارہ زندہ ہونے سے استدلال: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین قبور سے زندہ ہوکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں شامل ہوں گے اس کی نظیر شریعت میں موجود ہے وہ اصحابِ کہف کا قبور سے نکال کر اُمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں شمولیت۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ اصحابِ کہف رحمہم اللہ تعالیٰ آخر زمانے میں اپنی قبور سے اُٹھائے جائینگے۔وہ حج پڑھیں گے اور وہ اسی اُمت میں شمار ہوں گے یہ ان کی شرافت وکرامت سے ہوگا۔دوسری مرفوع حدیث میں ہے کہ حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مددگاروں میں سے یہی اصحابِ کہف ہوں گے اور جو کچھ اصحابِ کہف اس زندگی میں عمل کریں گے ان کے اعمال نامے میں لکھا جائے گا اور یہ کوئی نئ بات بھی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام کے والدین کی تقدیر میں یہ لکھا ہو کہ ان کی عمر اتنی ہوگی لیکن وقت سے پہلے انہیں موت دیجا ئیگی پھر اُن کی بقایا عمر اسی لحاظ میں شمار ہو۔یہ فاصلہ جوان کے مرنے اور پھر اُٹھنے تک کا ہے صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کرامت کے لئے ہو تو کچھ بعید نہیں جیسے اصحابِ کہف کو اس مدت کے لئے مؤخر کر کے زندہ کیا گیا صرف ان کی شرافت وکرامت کے پیش نظر ہے تا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کے شرف سے مشرف ہوں۔

مشورہ اُویسی غفرلہ': اگر کسی کو دلائل سے سمجھ نہیں آتا تو وہ خاموش رہے جیسا کہ:

فائدہ: خاتم الحفاظ والمحد ثین امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک آپ کے والدین کے متعلق توقف کا ہے چنانچہ مقاصد حسنہ میں حضرت حافظ شمس الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر مذکور نقل کر کے فرمایا کہ اس مسئلہ پر میں نے ایک مستقل رسالہ

لکھا ہے لیکن میرا مسلک اس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان وکفر کے متعلق توقف ہے۔

﴿حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو کافر و جھنمی کھنے والے کووعید شدید﴾

کوئی خاموشی کے بجائے زبان درازی کرتا ہے تو اس لئے سنئے:

فائدہ: حضرت قاضی ابوبکر ابن العربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مالکی مسلک کے امام ہیں آپ سے سوال ہوا کہ آپ اس شخص کے متعلق کیا فرماتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء واجداد کے متعلق کہتا ہے کہ وہ جہنمی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ایسا شخص ملعون ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ (پارہ ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۵۷)

ترجمہ: بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں۔

حدیث شریف: حدیث شریف میں ہے کہ: لَا تُؤْذُوا الْأَحْيَاءَ بِسَبِّ الْأَمْوَاتِ

(کنزالعمال، الجزء ۱۳، الصفحة ۵۴۱)

یعنی زندہ لوگوں کو اُن کے مردوں کی وجہ سے ایذا نہ دو۔

فائدہ: حضرت امام رستغی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا کہ ایسے شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو کہتا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی تو آپ کا سارا جسم سیاہ ہوگیا۔ پھر جب آپ زمین پر اُترے تو آپ کو نماز اور روزے کا حکم ہوا۔ آپ نے نماز اور روزہ ادا فرمایا پھر آپ کا جسم سفید ہوگیا اس کا یہ قول صحیح ہے؟ آپ نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کے حق میں ایسے قول نہ کہے جائیں کہ جن میں ان کا عیب یا نقص نمایاں ہو۔ ہم ان کے متعلق خاموشی پر مامور ہیں کیونکہ ان کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بلند ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ''جب میرے صحابہ کا ذکر تمہارے سامنے نقص وعیب کے ساتھ آئے تو تم خاموش رہو۔''

جب ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے بارے میں کفِ لسان کے حکم کے پابند ہیں تو پھر انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلق بطریق اولیٰ ہے کہ خاموشی سے کام لیں۔

مسئلہ: مسلمان پر لازم ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے نسب کے متعلق جو اُمور خلل اور عیب پر دلالت کریں اُن پر زبان درازی نہ کرے کیونکہ یہ مسائل ایسے اعتقادیات سے نہیں کہ جن سے کوئی فائدہ ہو۔ زبان کے حقوق میں

سے ایک یہ ہے کہ جس میں نقص وعیب کی بات ہو زبان کو بند رکھا جائے خصوصاً ایسی باتیں جن کا عوام میں پھیلنے سے ایسا خطرہ ہو کہ پھر ان کو سنبھالنا مشکل ہو جائے۔ یہ وہ بیان شافی ہے جو میں نے مختلف کتابوں سے چن کر عرض کر دیا ہے اور ہر مسئلے کی نظیر بھی پیش کر دی ہے۔(روح البیان)

انتباہ اُویسی غفرلہ': دورِ حاضر میں انبیاء علیہم السلام بالخصوص حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابعین صحابہ کرام اور اہل بیت عظام اور اُولیاء کرام کی گستاخی کو معمولی بات سمجھا جاتا ہے۔عوام پھر بھی احتیاط کرتے ہیں لیکن پڑھے لکھے لوگ بالخصوص مولوی، قاری، حافظ اس مرض میں مبتلا ہیں بلکہ ایک گروہ کا مشغلہ بھی یہی ہے کہ وہ بات بات پر گستاخی کا ارتکاب کرتے ہیں۔عوام سمجھتے ہیں کہ شاید یہ کوئی معمولی مسئلہ ہے حالانکہ ان حضرات کے بارے میں چھوٹی سی بات بھی کفر تک پہنچا دیتی ہے۔حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر ایک رسالہ لکھا ہے۔ فقیر نے ان کے فیض سے رسالہ لکھا ہے''گستاخی کیا ہے؟''

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں کہ اس رسالہ کی تصنیف کا سبب یہ ہوا کہ دو شخصوں کا آپس میں جھگڑا ہوا اور خوب گالی گلوچ بکیں۔بالآخر ایک نے دوسرے کے نسب پر حملہ کیا تو دوسرے نے کہا کہ''اے چرواہے کے بچے''اس کے باپ نے کہا کہ یہ نسبت صرف میری ہے کیا حضرات انبیاء علیہم السلام چرواہے نہیں تھے بلکہ کوئی بھی نبی علیہ السلام ایسا نہیں ہوگا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔

یہ واقعہ جامع مسجد طولونی کے قریب بازارِ غزل میں عوام کے مجمع میں ہوا۔ان کا مقدمہ حکام وقت کی خدمت میں پیش کیا گیا جب قاضی القضاۃ مالکی کو معلوم ہوا تو اُنہوں نے فرمایا: لَوْ رُفِعَ إِلَيَّ ضَرَبْتُهُ بِالسِّيَاطِ

(الحاوی للفتاوی للسیوطی،الباب النقول المشرقة فی مسألة النفقة،الجزء ۱، الصفحة ۳٤۱)

یعنی اگر یہ مقدمہ میرے ہاں پیش ہوتا تو میں قائل کو درے لگواتا۔

مجھ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو میں نے جواب دیا کہ ایسے شخص کو سزا دیجائے کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام اس لائق نہیں کہ کسی عام آدمی سے ان کی مثال دیجائے۔

میرے فتویٰ کو مرتب دیکھ کر ایک شخص بول اُٹھا کہ علامہ سیوطی کا یہ فتویٰ غلط ہے کیونکہ ایسے شخص کو نہ تعزیر ہے اور نہ ہی اُس پر کوئی ملامت ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی ایک عام آدمی سے تشبیہ دینا ایک مباح امر ہے فلہٰذا اس کا قائل نہ گنہگار ہے اور نہ اسے گناہ کی طرف منسوب کیا جائے۔ مجھے اس سے خطرہ ہوا کہ عوام کو جب ایسے کلام کے جواز کا علم ہوا تو

وہ اپنے عام جھگڑوں میں ایسی گستاخیاں کردیں گے کہ پھر وہ ان کی ایک عام عادت بن جائے گی جس کی وجہ سے وہ دین سے خارج ہوجائینگے صرف دین کی خیرخواہی اور مسلمانوں کی رہبری کو مدنظر رکھ کر یہ چند سطور لکھ دیں۔

سب سے پہلے قاضی عیاض الدین کا وہ بیان لکھ دوں جنہوں نے اس مسئلہ میں تحریر فرمایا جو نہایت ہی شاندار بیان ہے اور حق یہ ہے کہ بہت ہی خوب لکھا ہے: كَمَا قَالَ :اَلْوَجْهُ الْخَامِسُ الخ

(نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ،فصل الوجه الخامس، الجزء٤، الصفحة ٤١١-٤٠٣، مرکز اھلسنت برکات رضا)

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی القاضی عیاض ،فصل الوجه الخامس، الجزء٢، الصفحة ٢٣١-٢٢٨ ، المطبعة الشرکة الصحافیة بیروت)

(۱) کسی نبی علیہ السلام کی شان کی کمی کا ارادہ نہ ہو۔

(۲) ان کا کوئی عیب بیان نہ کیا جائے۔

(۳) انہیں گالی نہ دیجائے۔

شریعت میں مندرج صورتیں بھی انبیاء علیہم السلام کے معاملات کو اپنے اوپر چسپاں کرنا حرام ہے مثلاً

(۱) انبیاء علیہم السلام کے بعض اوصاف بیان کرکے مثال کے طور پر اپنے لئے حجت یا دوسرے کے لئے حجت بنائے جبکہ وہ اُمور انبیاء علیہم السلام بحیثیت دینی اُمور کے اظہار کے لئے کئے یا ان کی اسی طرح تکمیل ضروری تھی۔

(۲) کسی کام کو اُنہوں نے کسرنفسی کے طور کیا۔

(۳) یا کسی مقصد اسلامی کے پیش نظر اپنے آپ کو بلند وارفع ظاہر فرمایا حالانکہ دوسروں کو جائز نہیں۔ اسی طرح مثلاً کوئی کہے کیا ہوا میرے حق میں ایسا ویسا کہا گیا نبی علیہ السلام کو بھی تو کہا گیا تھا۔

(۴) یا یوں کہے کہ اگر میری تکذیب ہوئی تو کوئی بات نہیں انبیاء علیہم السلام کی بھی تو تکذیب ہوئی تھی۔

(۵) یا یوں بکواس کرے کہ میں نے گناہ کرلیا تو کیا حرج ہے جبکہ انبیاء علیہم السلام نے بھی تو گناہ کئے تھے۔

(٦) یا یوں کہے کہ میں لوگوں کی مذمت سے کب بچ سکتا ہوں جبکہ انبیاء علیہم السلام بھی نہ بچ سکے۔

(۷) یا یوں کہے کہ میں فلاں مصیبت سے صبر کررہا ہوں جیسے اولوالعزم پیغمبروں علیہم السلام نے صبر کیا۔

(۸) یا کہے کہ ایسے صبر کرتا ہوں جیسے حضرت ایوب علیہ السلام نے کیا۔

(۹) یا کہے کہ میرا صبر کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح صبر کرنا ہے اُنہوں نے بھی دشمنوں کی دشمنی پر صبر کیا تھا بلکہ اس سے کچھ زیادہ

حوصلہ فرمایا جیسے میں حوصلہ کررہا ہوں۔

جیسے متنبّی کا شعر ہے: أَنَا فِيْ أُمَّةٍ تَدَارَكَهَا اللّٰهُ غَرِيْبٌ كَصَالِحٍ فِيْ ثَمُوْدِ

(الشفاء بتعريف حقوق المصطفى ،فصل الوجه الخامس الخ ،الجزء۲، الصفحة۲۲۹،
مطبع شركت صحافية تركى)

یعنی میں ایسی قوم میں غریب ہوں اللہ تعالیٰ انہیں اچھا کرے جیسے حضرت صالح علیہ السلام ثمود میں غریب تھے۔

جیسے مصری شاعر کا قول ہے کہ:

كُنْتُ مُوسَى وَافَتْهُ بِنْتُ شُعَيْبٍ	غَيْرَ أَنْ لَيْسَ فِيكُمَا مِنْ فَقِيْرٍ

(الشفاء بتعريف حقوق المصطفى ،فصل الوجه الخامس الخ ،الجزء۲، الصفحة۲۲۹،
مطبع شركت صحافية تركى)

یعنی آپ موسیٰ کی طرح ہیں جن کے پاس حضرت شعیب کی صاحبزادی آئی تھیں مگر بات صرف اتنی ہے کہ تم دونوں کوئی فقیر نہیں۔

وغیرہ وغیرہ فقیر کی اس موضوع پر ایک تصنیف ''گستاخ کا انجام بد'' ہے اس میں اسی رسالہ "تنزيه الانبياء عن تنبيه الاغبياء" کو بھی شامل کر دیا گیا ہے۔

انتباہ از صاحبِ روح البیان رحمة اللّٰه علیه: آپ لکھتے ہیں کہ یہ مسئلہ اس قدر نازک ہے کہ اگر احتیاط ہاتھ سے نکل جائے تو ایمان سے محروم ہونے کا خطرہ ہے۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین ماجدین کے کفر کے متعلق بات کرنا کوئی آسان بات ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

(پارہ۱۰،سورۃ التوبۃ،ایت۶۱)

ترجمہ: اور وہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

آخری گزارش: عقلمند کو چاہیے کہ ایسی پُرخطر جگہ پر احتیاط سے کام لے۔

☆ حجۃ الاسلام امام غزالی نور اللہ مرقدہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کسی مسلمان کی طرف گناہ کبیرہ کی نسبت جائز نہیں جب تک یہ یقین سے ثابت نہ ہو کفر کی نسبت کا معاملہ تو بہت ہی دشوار ہے۔

☆ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول سے سبق لیا جائے فرماتے ہیں اگر کسی میں ننانوے احتمالات کفر کے ہوں اور ایک ایمان کا تو اس کے لئے بھی کفر کی نسبت کرنا جائز نہیں۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلدین کے پاس امام صاحب کے ارشاد کا کیا جواب ہے: هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (پارہ۱،سورۃ البقرۃ،ایت۱۱۱)

ترجمہ: لاؤ اپنی دلیل اگر سچے ہو۔

تو کیا تمہارا ایمان گوارا کرتا ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادنیٰ غلاموں کے ساتھ سگانِ درگاہ جناتِ نعیم میں داخل ہوں اور جن کے نعلین کے تصدق جنت بنی ان کے ماں باپ دوسری جگہ معاذ اللہ غضب وعذاب میں مبتلا ہوں۔کیا آمنہ خاتون حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی کم ہیں کیا یہ آپ کو پسند ہوگا کہ حضرت موسیٰ وحضرت عیسیٰ علیہم السلام تو اپنی والداؤں کو جنت میں دیکھیں اور محبوب کی والدہ وہاں نظر نہ آئیں۔

زندہ معجزہ اور اہلسنّت کی تائید: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کا جسد مبارک جس کو دفن کئے چودہ سو سال سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے بالکل صحیح وسالم حالت میں برآمد ہوا۔علاوہ ازیں صحابی رسول حضرت مالک بن سنان کے علاوہ دیگر چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجساد مبارک بھی اصل حالت میں پائے گئے جنہیں جنت البقیع میں نہایت عزت واحترام کے ساتھ دفن کردیا گیا۔جن نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ان کا کہنا ہے کہ مذکورہ صحابہ کے جسم نہایت تروتازہ اور اصلی حالت میں تھے۔(روزنامہ جنگ لاہور،۲۰ جنوری ۱۹۸۰)

نوٹ: فقیر نے اس خبر کو تفصیل کے ساتھ صدائے نووی شرح مثنوی میں لکھ دیا ہے۔

تبصرہ برائے حضرت عبداللّٰہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ: حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کو چودہ سو سال سے بھی زائد گزر چکے ہیں اس کے باوجود قبر میں آپ کے جسم کی تروتازگی نہ صرف آپ کے مومن ہونے کی دلیل ہے بلکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ولی اللہ تھے کیونکہ کافروں کا جسم تو قبر میں تھوڑے عرصے کے بعد مٹی بن جاتا ہے اور فاسق مومن کا جسم بھی مٹی ہی مٹی ہوجاتا ہے اس لئے فقہاء کرام رحمہم اللہ نے فرمایا کہ اگر کسی مسلمان کی نمازِ جنازہ کسی وجہ سے نہیں پڑھی جاسکی تو تین دن تک اس کی قبر پر اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جاسکتی ہے اس کے بعد نہیں۔اس لئے کہ تین دن تک مردہ کا جسم صحیح حالت میں رہتا ہے اور تین دن گزرنے کے بعد مردہ کا جسم پھٹ جاتا ہے۔

اسلامی عقیدہ: انبیاء علیہم السلام کے اجسادِ مبارکہ مزارات میں صحیح سالم مع ارواح موجود ہوتے ہیں گویا ان کی حیات قبور میں حیاتِ حسی ہوتی ہے اور اولیاء کرام اور بعض اہلِ ایمان کے اجسام بھی قبور میں محفوظ ہوتے ہیں چنانچہ بارہا اس کا مشاہدہ ہوا اس کی تفصیل فقیر کی تصنیف "اخبار القبور" میں پڑھئے۔

فقط والسلام

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ (بہاول پور۔پاکستان)

۸ جمادی الآخر ۱۴۲۴ھ بروز شنبہ (منگل) قبل صلوٰۃ العصر